TQ Class Lesson 49 Surah Al-Imran 172-18fseer
تفسیر سورۃ آل عمران 172-185

آیت نمبر 172: الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِن بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۚ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ

ترجمہ : جن لوگوں نے زخم کھانے کے بعد بھی اللہ اور رسول ﷺ کی پکار پر لبیک کہا ان میں جو لوگ نیکوکار اور پرہیزگار ہیں ان کے لئے بڑا اجر عظیم ہے ۔

تفسیر : یہ آیت ہے جب غزوۂ احد سے مشرکین پلٹ کر کچھ دور چلے گئے تو انہیں ہوش آیا اور انہوں نے سوچا کہ یہ تو ہم سے بڑی عجیب حرکت ہوئی ہے کیوں؟ اس لیے کہ یہ بڑا اچھا موقع تھا کہ مسلمانوں کی طاقت کا خاتمہ کیا جاتا اور وہ تو انہوں نے کھو دیا پھر انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ دوبارہ مدینے پر دوسرا حملہ کیا جائے پھرانہیں لگا کہ ابھی تو ہمت نہیں ہے پھر مکہ واپس چلے گئے اور دوسری طرف آپ ﷺ کو اندیشہ تھا کہ یہ لوگ کہیں پھر پلٹ کر نہ آئیں اس لیے غزوۂ احد کے دوسرے ہی دن آپ نے مسلمانوں کو جمع کر کے فرمایا کہ کفار کے تعا قب میں چلنا چاہئے اور یہ جو موقع تھا کہ جب آپ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ ہمیں چلنا چاہئے تو ایک طرف کچھ صحابہ شہید ہو چکے تھے ،صحابہ زخمی تھے، تھکے ہوئے بھی تھے، ایسے میں صحابہ نے آپ ﷺ کی پکار پر لبیک کہا اور آپ ﷺ کے ساتھ جو سچے مومن تھے وہ چلنے کے لیے تیار ہو گئے اور آپ ﷺ **نے** یہ اعلان بھی کیا تھا کہ وہ ہی جائے گا جس نے غزوۂ احد میں شرکت کی ہے کیونکہ وہ ہی زیادہ مشکل اور سخت وقت تھا ایک صحابی تھے جن کو آپ ﷺ نے اجازت دی تھی کہ وہ ساتھ بھی چل سکتے ہیں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ جن کے والد شہید ہوئے تھے اور جن کی 9 یا 10 بہنیں تھیں یہ سب لوگ آپ ﷺ کے ساتھ حمراء الاسد تک گئے جو مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ہے۔ یہاں پر جو اشارہ کیا گیا ہے تو اسی بات سے متعلق ہے کہ آپ ﷺ کے جو ساتھی تھے وہ جانے کے لیے تیار ہو گئے اور کب تیار ہوئے **مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ** جبکہ ان کو زخم بھی لگ چکا تھا اور یہاں پر جو زخم لگنا ہے اس سے مراد کیا ہے کہ کئی صحابہ شہید ہوئے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھانجے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے میرے بھانجے تیرے والد اور تیرے نانا ابو بکر بھی انہی لوگوں میں سے تھے جب احد کے دن آپ ﷺ کو جو صدمہ پہنچنا تھا پہنچ چکا اور مشرکین مکہ کو لوٹ گئے تو آپ ﷺ کو خطرہ ہوا کہ کہیں واپس آکر پھر ہم حملہ آورنہ ہوں لہذا آپ ﷺ **نے** فرمایا کون ان کافروں کا تعا قب کرۓ گا۔تو آپ ﷺ **کا** یہ ارشاد سن کر ستر آدمی تعاقب کے لئے تیار ہوئے جن میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے **روایت بخاری**

یہاں پر اسی کا ذکر ہے زخموں، تھکن، شہادت یہ ساری باتوں کے باوجود لبیک کہنا بڑی بات ہے اور آپ اپنے گھر کے حالات پر غور کریں کہ ماشاءاللہ آپ سے بڑھ کر آپ کے گھر میں کوئی وفادار نہیں ہو سکتا آپ کی حیثیت ماں کی بھی ہے اور بیوی کی بھی ہے اور کبھی بہن کے آپ روپ میں ہوتی ہیں کبھی بیٹی کے روپ میں ہوتی ہیں لیکن دن بھر کام کرنے کے بعد جب آپ تھک چکی ہوتی ہیں اور آپ بستر پر لیٹ جائیں اور پھر آپ سے کوئی آپ کو پکار کر کہے کہ مجھے یہ کہہ دیں ،مجھے یہ کر دیں پہلے کہنا تھا جب میں کچن میں کھڑی تھی پہلے کیوں نہیں بتایا جب میں نے جوتے نہیں اتارے تھے اب

تو میں بیٹھ گئی ہوں لیٹے نہیں اب تو میں بیٹھ گئی ہوں اب نہیں اب بڑا مشکل ہے اور اگر ویسے کوئی بیمار ہو اور زخم بھی لگاہوا ہو تو آپ سوچیں کہ اس وقت اطاعت بہت مشکل ہو جاتی ہے تو اب یہاں پر کیا کہا جا رہا ہے کہ زخم کھانے کے بعد بھی وہ لوگ اطاعت کے لئے تیار ہو گئے اللہ رب العزت نے یہاں پر ان کی دو صفات کا خاص طور پر ذکر کیا ہے ان میں سے پہلی صفت کیا ہے **لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ** کہ وہ نیکوکار لوگ تھے اور **أَحْسَنُوا مِنْهُمْ**   احسان کی تعریف کیا ہے اس سے مراد کہ انہوں نے عملی جدوجہد اور جان نثاری کے عظیم کارنامے کے ساتھ یہ کام کیا نبی ﷺ کا ساتھ دیا اور پھر ان کے اندر احسان کی صفت تھی احسان کی صفت سے کیا مراد ہے۔

احسان کی تعریف:

حدیث جبرئیل میں آپﷺ نے اس طرح فرمائی **«أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ»** تم اپنے پروردگار کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ حالت پیدا نہ ہو تو کم از کم یہ حالت تو ہو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔

کہ ہر وقت اللہ کی نظروں میں ، کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے تو یہاں پر اعلی درجہ کی نیکی ان لوگوں نے اختیار کی اور یہ کہ مومنین کا صبر ہے ۔ مومنین کا شکر ہے ۔احسان ، اللہ اور اللہ کے رسول سے وفاداری کا نام ہے کہ اللہ اور اللہ کے حقوق ان کی اطاعت ہے اس کو بہتر سے بہتر شکل میں ادا کیا جائے اور اسی کا دوسرا نام کیا ہے

وَاتَّقَوْا ،تقویٰ یہ نفاق کی تمام جو آلائشوں سے بچنے کا نام ہے تقوی یہ بھی نیکی کا ایک اور اونچا درجہ ہے اور یہ احسان اور تقوی کی روش دین کی خدمت کرنے والوں میں سے جدو جہد کرنے والوں میں قربانیاں کرنے والوں میں سے ان لوگوں کو ملتی ہیں جن کے باطن میں خلوص ہوتا ہے اور جو اخلاص سے مالا مال ہوتے ہیں۔

تقوی کی تعریف:

آپ نے مختلف سنی ہو گی۔ ان میں سے جو ایک جامع تعریف ہے۔ وہ حضرت اَبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب میں فرمائی اور وہ کیا تھی ؟حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تقوی کیا ہے؟ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ جنھیں **سید القرآء** کے نام سے یاد کیا جاتا ہے انہوں نے فرمایا امیر المومنین کبھی آپ کا ایسے راستے پر بھی گزر ہوا ہوگا جو کانٹوں سے بھرا ہوا ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بارہا ۔حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسے موقع پر آپ نے کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دامن سمیٹ لیا اور نہایت احتیاط سے چلا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بس تقوی اسی کا نام ہے۔

یہ دنیا ایک خارستان ہے ، ایک شاہراہ ہے ،ایک سڑک ہے اور اس کے ارد گرد گناہوں کے کانٹے لگے ہوئے ہیں خواہشات ہیں جن سے یہ دنیا بھری پڑی ہے اور پھر آپ سوچئے کہ گناہوں کی کانٹے دار خار دار جھاڑیوں میں سے گزرنا اپنے آپ کو بچا کر لے جانا اپنے دامن کو گناہوں کے کانٹے سے بچانا کہ گناہوں میں انسان نہ الجھے اسی کا نام تقوی ہے اور اگر کبھی کوئی دوپٹہ اڑ بھی جائے کبھی کوئی پہلو وہاں پر اٹک بھی جائے تو اس کو نکالنے کی کوشش کرنا ،نہ نکلے تو اس کو پھاڑ دینا اور آگے چلنا یعنی وہ پھر پاؤں کی زنجیر نہ بن جائے کہ اب یہاں پر یہ ہو گیا ہے تو یہ ہے سب سے قیمتی سرمایه حضرت ابو درداءرضی اللہ عنہ عربی کاایک بڑا خوبصورت شعر اکثر پڑھا کرتے تھے۔

يقول المرء فائدتی و مالی و تقوی اللہ افضل ما استفادا

کہا کرتے تھے لوگ اپنے دنیوی فائدے اور مال کے پیچھے پڑے رہتے ہیں حالانکہ تقوی سب سے بہتر سرمایہ ہے -

یہاں پر انہی صحابہ کی تعریف کی گئی ہے کہ جنہوں نے اللہ اور اللہ کے رسول کی پکار پر لبیک کہا یہاں پر ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ روٹین کی زندگی ہے، صبح شام ہے، دن رات ہے، جوانی ڈھل رہی ہے، بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھ رہی ہیں ، کیا ہم اللہ اور اللہ کے رسول کے احکامات کے لیے سر اطاعت جھکا دیتے ہیں یا پھر کبھی میرا یہ دل میری یہ خواہش میری یہ بات میرے یہ بچے میرا یہ گھر پھر اس کے بعد دیکھوں گی تو اسی میں زندگی گزار دیتے ہیں تو آپ یاد رکھئے گا کہ اطاعت کرنے والوں کے لیے سر اطاعت جھکا دینے والوں ہی کے لیے اجر عظیم ہے ،اللہ رب العزت فرمار ہے ہیں کہ ان کو بہترین اجر ملے گا ایسا اجر ملے گا جو بہت بڑا ہوگا جیسے ان کے اوصاف کے مختلف درجے ہوں گے جیسے ان کی کوشش کے مختلف مراتب ہوں گے اسی طرح ان کے اجر کے بھی مختلف مراتب ہوں گے پھر دوبارہ صحابہ کی تعریف ہےاور کس طرح سے ہے -

آیت نمبر 173: الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ

ترجمہ : اور جن سے لوگوں نے کہا کہ" تمہارے خلاف بڑی فوجیں جمع ہوئی ہیں ان سے ڈرو", تو یہ سن کر ان کا ایمان اور بڑھ گیا اور انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔

ابو سفیان جس نے خود یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ اگلے سال دوبارہ جنگ کے لیے آئے گا لیکن اس نے اپنا حوصلہ ہار دیااور مکہ میں قحط پڑا ہوا تھا اپنی ندامت کو چھپانے کے لیے اس نے ایک تدبیر سوچی کہ نعیم بن مسعود جا رہے تھے تو ان کو کہا کہ تم میرا یہ کام کرو تو میں کشمش دوں گا مطلب تمہیں میں کچھ دوں گا تم یہ کام کرو کہ جاؤ وہاں جا کر یہ خبر مشہور کر دو کہ اس دفعہ قریش نے اتنی زبردست تیاری کی ہے اتنا لشکر جرار ہےکہ اگر وہ جمع ہو کر آیا تو پورا عرب بھی اس کا مقابلہ نہ کر سکے گا، مدینہ میں جا کر یہ خبر مشہور کر دو مقصد کیا تھا ؟کہ مسلمانوں کو خوف زدہ کیا جائے دہشت زدہ کیا جائے کہ وہ مقابلہ نہ کر سکیں- انہوں نے مدینہ میں جا کر یہ افواہ پھیلائی لیکن اس پروپیگنڈے کا اثر ابو سفیان کی توقع کے برعکس با لکل الٹا نکلا کیا ہوا مسلمانوں کا ایمانی جوش اور بڑھ گیا آپ ﷺ پندرہ سو صحابہ کو ساتھ لے کر میدان بدر کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

دعا:

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو انہوں نے کیا کہا تھا **حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ** تو انہوں نے بھی یہ دعا پڑھی تھی تو جب لوگوں کو یہ بتایا گیا کہ تمہارے خلاف بڑی فوجیں جمع ہوئی ہیں تو لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ قریش کے کافروں نے آپ ﷺ کے مقابلے میں بڑا لشکر تیار کر لیا ہے تو آپ نے بھی یہی کلمہ کہا اور یہ کلمہ سن کر صحابہ کا ایمان بڑھ گیا اور انہوں نے بھی یہی بات کہی **روایت بخاری**

صحابہ نے کیا کہا وقالو **حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ** اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا اور پھر مسلمانوں نے بھی کہا۔
تو رکتی ہے میری طبع تو ہوتی ہے رواں اور
کہ جب مشکل ہوتی ہے جب پریشانی ہوتی ہے تو بعض لوگ اور زیادہ اچھا کام کرتے ہیں اور زیادہ ہمت کے ساتھ ،اور جرات کے ساتھ ، جذبے کے ساتھ اور شوق بہادری دلیری کے ساتھ جت جاتے ہیں اور کام شروع کر دیتے ہیں تو اب یہاں پر بھی یہی بات بتائی جا رہی ہے کہ جب آپ ﷺ کو اور صحابہ کو یہ خبر ملی کہ **قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ** تو تمہارے خلاف بہت سے لوگ جمع ہو گئے ہیں **فَاخْشَوْهُمْ** آپ ان سے ڈرئیے تو انہوں نے کیا کیا **فَزَادَهُمْ إِيمَانًا** تو ان کا ایمان اور بڑھ گیا تو یہ پتہ چلتا ہے کہ جو صاحب عزم لوگ ہوتے ہیں جو ایمان والے ہوتے ہیں رکاوٹیں، مصیبتیں، پریشانیاں، ان کو کمزور کرنے کی بجائے انہیں بہادر بنا دیتی ہیں وہ اور نڈر اور دلیر ہو جاتے ہیں ان کی صلاحیتیں اجاگر ہوتی ہیں اور ہر امتحان ان کے لئے فتح مندی کا ایک نیا دروازہ کھلتا ہے، تو ان کا اور اہل ایمان کا یہ کہنا کہ **حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ** اس بات کا ثبوت بھی ہے کہ ان کا عقیدہ اور ان کا ایمان اپنی طاقت پر نہیں تھا اپنے ساز و سا مان ، اسلحہ اور لشکر پر نہیں تھا، اللہ رب العزت کے ہاتھ میں تھا -اور جب کوئی بندہ اللہ کے حکم کو ادا کرنے کے لئے اٹھتا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اس کو روک نہیں سکتی وہ دنیا کی کسی طاقت سے ڈر نہیں سکتا کیوں؟ اس لئے کہ اس نے اپنا معاملہ اللہ رب العزت کے سپرد کر دیا اور خدا کی ہستی وہ ہستی ہے کہ اس نے خدا کو اپنا وکیل بنا لیا **وَنِعْمَ الْوَكِيلُ** بہت اچھا ہے وہ وکیل۔
-

کیا غم ہے اگر ساری خدائ ہو مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے

نا خدا سے لے کے کشتی جب خدا پہ چھوڑ دی
خود ہی موجیں لے چلیں کشتی کو ساحل کی طرف

سمندر کی لہروں کے سپرد جب اپنا معاملہ کیا تو لہریں ساحل کی طرف کشتی کو لے گئیں تو اصل بات کیا ہے کہ زندگی کے نشیب و فراز میں زندگی کی اونچ اور نیچ میں گھریلو زندگی میں معاشی اور معاشرتی زندگی میں ہمسائیوں میں دوستوں میں رشتے داروں میں جب مسئلے مسائل آئیں جب پریشانیاں آئیں یا جب جنگ کی بات ہو یعنی عام حالات ہنگامی حالات جب بھی معاملات آئیں تو حق کا ساتھ دینا چاہیے اپنے پر بھروسہ کرنے کی بجاۓ اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے تو آپ دیکھیں گی کہ اللہ آپ کی مدد کرے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے اس سے زیادہ مشکل وقت کیا ہو سکتا تھا آگ جمع تھی۔
بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

آپ کود پڑے اللہ پر بھروسہ کیا اور آگ جو تھی وہ کیا بن گئی گل و گلزار بن گئی

يٰنَارُكُونِى بَرْد اوَسَلٰمًا
آگ ٹھنڈی ہو جا اور ابراہیم علیہ السلام کے لئے سلامتی بن جا

تو بہتوں کی زندگی میں جو آزمائشیں آتی ہیں وہ بھی گلزار بن جاتی ہیں وہ بھی سلامتی بن جاتی ہیں لیکن اگر انسان بھروسہ کرتا ہے اللہ کو اپنا وکیل بنا لیتا ہے اور پھر کیا ہوتا ہے

آیت نمبر 174:
فَانقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ

ترجمہ :آخر کار وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل کے ساتھ پلٹ آئے، ان کو کسی قسم کا ضرر بھی نہ پہنچا اور اللہ کی رضا پر چلنے کا شرف بھی انہیں حاصل ہو گیا، اللہ بڑا فضل فرمانے والا ہے

آخر کار وہ اللہ تعالی کی نعمت اور فضل کے ساتھ پلٹ آئے دو چیزیں ان کو ملیں ایک اللہ کی نعمت اور دوسرا اللہ کا فضل تو اب آپ دیکھیں کہ ان کو ذرا سی بھی مشکل نہیں ہوئی اللہ تعالی نے ان کو بڑی نعمتوں سے نوازا تو نعمت سے مراد یہاں پر کیا ہے ؟
پہلی بات کہ اللہ نے کافروں کے دلوں میں ان کا رعب ڈال دیا ایسا رعب ڈالا کہ وہ لوگ بھاگ گئے، مسلمان کس طرح سے اللہ کی نعمت اور اللہ کے فضل کو لے کر لوٹے اور اس میں
دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ اللہ تعالی نے ان کو یہ نعمت بھی عطا کی کہ قتل و قتال سے محفوظ رہے۔
تیسرا ان کو فائدہ یہ ہوا کہ ان حضرات کو حمراء الاسد کے بازار میں تجارت کا موقع ملا اور اس مال سے منافع حاصل ہوا تو اس لفظ کو بھی فضل سے تعبیر کیا گیا ہے یہ اللہ کا فضل ہی تھا۔
اور کافروں نے جو پروپیگنڈا کروایا تھا تو آپ دیکھیں کہ اس کا بھی الٹا نقصان ہی ہوا کیونکہ اللہ تعالی نے مسلمانوں کا رعب ان کے دلوں پر ڈال دیا اور انہوں نے یہ سمجھا کہ اب اسی میں عافیت ہے کہ واپس چلے جائیں اس غزوۂ کو غزوۂ سویق بھی کہتے ہیں سویق کیونکہ ابو سفیان کھانے پینے کیلئے ستو بھی ساتھ لایا تھا رسد کے لئےجو راستے میں گرتے بھی رہے اور واپسی پر راستے میں ہی چھوڑ گئے آپ ﷺ ابو سفیان کے انتظار میں آٹھ دن تک بدر کے مقام پر ٹھہرے رہے اور صحابہ کرام نے ایک تجارتی قافلے سے کاروبار کر کے خوب فائدہ اٹھایا پھر جب یہ پتا چلا کہ ابو سفیان واپس چلا گیا ہے تو آپ ﷺ **بھی** مدینہ واپس چلے آئے تو یہاں پر صحابہ ہر لحاظ سے فائدے میں رہے **فَانقَلَبُوا** وہ لوٹے **بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ** یہ اللہ کی نعمتوں کے ساتھ **وَفَضْلٍ** تجارتی فائدہ بھی **لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ** ان کو ذرا بھی نقصان نہ ہوا کوئی قتل و قتال نہیں ،کوئی جنگ نہیں ،اور ملا کیا **وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ** اور اللہ کی رضا کا انہیں شرف حاصل ہو گیا وہ اللہ کی رضا کے پیچھے لگے رہے **وَاتَّبَعُوا** اتباع کرتے رہے تھکے ہو ئے تھے،زخمی تھے ،نڈھال تھے، گھروں میں شہادتیں تھیں، اب سوچیں ایک موت ہوتی ہے اوروہ بھی طبعی موت ہوتی ہے وہ اٹھ نہیں پاتے کہتےہیں کمر ٹوٹ گئی اور 700 صحابہ جو شہید تھے اور وہ بھی وہ جن کا مثلہ کیا گیا تھا اور وہ بھی وہ جن کو کفن نصیب نہیں ہوا اور وہ بھی وہ جو تیروں، نیزوں اور تلواروں کے زخموں سے' جگہ جگہ ان کے جسموں پر نشان تھے ،خون بہہ رہاتھا یعنی ہر گھر میں صفِ ماتم بچھا ہوا تھا ہر گھر میں نوحہ تھا اور اس کے باوجود وہ صحابہ اٹھے گھر والوں نے ان کو بھیجا اور وہ اللہ کی رضا کو لے کر لوٹے کیوں وہ اللہ کی رضا کے پیچھے چلتے رہے **اِتَّباع** ،**وَاتَّبَعُوا** انہوں نے **اتباع** کیا تو ایک مومن کی زندگی میں سب سے قیمتی متاع اللہ کی رضا ہے **وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ** اللہ بڑا فضل فرمانے والا ہے بڑی خوبصورت آیت ہے کہ یہ تو لوگوں کے سوچنے کی بات ہے یہ تو لوگوں کے پرکھنے کی بات ہے ورنہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل میں کبھی کمی نہیں کرتا جب کوئی مصیبت اور آزمائش آتی ہے اس کے پہلو میں اللہ کا فضل اللہ کی رحمت اللہ کی نعمتیں بھی ساتھ ساتھ

لگی ہوتی ہیں اگر انسان اس میں شکر کرتا ہے صبر کرتا ہے ثبات دکھاتا ہے لیکن یہ کہ انسان اگر غور کرے اور ان کو پائے تو اللہ بڑا فضل فرمانے والا ہے۔

آیت نمبر 175:
إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ

ترجمہ : اب تمہیں معلوم ہو گیا کہ وہ دراصل شیطان تھا جو اپنے دوستوں سے خواہ مخواہ ڈرا رہا تھا لہٰذا آئندہ تم انسانوں سے نہ ڈرنا، مجھ سے ڈرنا اگر تم حقیقت میں صاحب ایمان ہو

انَّمَا ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ یہ تو شیطان ہے اب تمہیں معلوم ہوا کہ وہ دراصل شیطان تھا جو تمہیں اپنے دوستوں سے خاہ مخواہ ڈرا رہا تھا **فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ**
لہٰذا آئندہ تم اِن انسانوں سے نہ ڈرنا مُجھ سے ڈرنا اگر تم حقیقت میں صاحبِ ایمان ہو
احد سے پلٹتے وقت ابو سفیان نے مسلمانوں کو یہ چیلنج دے گیا تھا کہ آئندہ بدر کے مقام پر تمہارے ساتھ دوبارہ مقابلہ ہوگا اب وعدے کا وقت قریب آیا تو وہ تو خود آیا ہی نہیں اور اُلٹا اس نے پروپیگنڈا کرنے کی کوشش کی اور مقصد کیا تھا اس سے کہ مسلمان خوف زدہ ہو جائیں مسلمان دہشت زدہ ہو جا ئیں کہ بڑا بھاری لشکر آرہا ہے عربوں کا، قریشیوں کا، مسلمان اپنی جگہ سے اٹھیں بھی نہ تو الٹا اثر ہوا مسلمان اپنی جگہ سے اٹھے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بدر کی طرف چلنے کیلئے جب آپ ﷺ نے مسلمانوں سے اپیل کی تو مسلمانوں کی طرف سے پہلے تو کوئی ہمت افزا جواب نہ ملا آخر اللہ کے رسول نے بھرے مجمع میں اعلان کیا اگر کوئی نہ جائے گا میں اکیلا جاؤں گا اِس بار 1500 فدا کار آپ ﷺ کے ساتھ چلنے کیلئے کھڑے ہو گئےاور آپ ﷺ **انہی** کو لے کر بدر کیلئے تشریف لے گے ابو سفیان بھی2000 کا لشکر لے کر آیا مگر دو روز کی مسافت تک جا کر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا اس سال لڑنا مناسب معلوم نہیں ہوتا آئندہ سال دیکھیں گے اور وہ لوگ واپس چلے گئے اور آپ ﷺ نے وہی انتظار کیا اور یہ سارا اسی بات کی طرف دوبارہ اشارہ ہے کہ شیطان تمہیں ڈراتا ہے یہ دراصل شیطان تھا یہ ڈراوے تو شیطان کی طرف سے تھے تو کیا کرو شیطان سے نہ ڈرو اور ہمیشہ ایسا ہوتا ہے جب بھی آپ کوئی اچھا کام کرنا چاہتے ہیں تو شیطان ڈراتا ہے جب بھی آپ نیکی کی طرف قدم اٹھاتے ہیں تو شیطان ڈراتا ہے کہ ہوگا کیا تو اس وقت کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہترین اصول دیا ہے کہ مجھی سے ڈرو اگر تم سچے مومن ہو۔ ۔ تو یہاں پہ شیطان اور اس کے ساتھیوں سے مراد کون ہے قریش ہے اور اس کے ساتھی ہیں یعنی شیطان ۔ایک تو خود شیطان ہے دوسرا یہ کہ وہ مختلف انسانوں کی شکل میں بھی ہے۔ جو کہ برے کاموں کی طرف انسان کو اکساتے ہیں تو یہاں پہ اشارہ قریش ،ابو سفیان، اس کے لشکری، اس کے ساتھیوں کی طرف ہے کہ جس سے ڈرنے کے لئے کہا گیا تھا اللہ تعالیٰ یہ فرمارہے ہیں کہ **فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ** ان سے مت ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو تو مجھ سے ڈرنے سے مراد کیا ہے کہ اللہ کے دین اور اللہ کے احکامات کو پس پشت نہ ڈالو اس کے بارے میں سوچو یہاں پر ایک بات اور سمجھنے کی ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ نے فرض کیا ہے کہ بندے اللہ تعالیٰ سے ڈریں ،مسلمان اللہ سے ڈریں اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں -

خوفِ خدا کیاہے !

کیا چیز ہے جو اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں اور جس کا مطالبہ کرتے ہیں ۔بعض اکابر نے فرمایا خوفِ خدا رونے اور آنسو پو نچھنے کا نام نہیں ہے بلکہ اللہ سے ڈرنے والا وہ ہے جو ہر اس چیز کو چھوڑ دے

جس پر اللہ کی طرف سے عذاب کا خطرہ ہو اور ابو علی دقاق رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابو بکر بن فواد بیمار تھے میں ان کی عیادت کو گیا مجھے دیکھ کر ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے میں نے کہا گھبرائیے نہیں اللہ تعالیٰ آپ کو شفا دیں گے وہ فرمانے لگے کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں موت کے خوف سے روتا ہوں بات یہ نہیں مجھے موت کے بعد کا خوف ہے کہ وہاں عذاب نہ ہو تو یہ ہے اللہ کا ڈر کہ قبر کے عذاب سے ،آخرت کی پکڑ سے ڈرے اور اپنے اعمال کو درست کر لے۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی آتا ہے کہ جب ان پر نزاع کا عالم طاری ہوا جب آخری وقت تھا تو رونے لگے تو لوگوں نے پوچھا کہ حضرت ابوہریرہ آپ روتے ہیں توحضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں دنیا کی دلفریبیوں کے چھوٹ جانے سے نہیں روتا بلکہ میں اس لیے روتا ہوں کہ سفر طویل ہے اور زاد راہ قلیل اور نہیں معلوم کہ آگے کن مراحل سے سابقہ پیش آئے گا کہ آگے میرے ساتھ کیا ہوگا
تو ایک تو ہوتا ہے انسان روئے اور اپنے عمل نہ بدلے۔ تو رونا وہ رونا ہے۔ جو انسان کو گناہوں سے پلٹا دے اور نیکیوں کی طرف لاکر استقامت دے دے تو یہ ہے اصل رونا بعض اوقات ہم تقریریں سنتے ہیں ہم بہت سے ایسی باتیں سنتے ہیں اور اس کے بعد ہم روتے ہیں تو ٹھیک ہے یہ بھی ایک اچھی چیز ہے رونا۔لیکن اس کے ساتھ اگلی بات بھی ہونی چاہیے کہ انسان میں ایک اچھی تبدیلی آئے

آیت نمبر 176:
وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ ۚ إِنَّهُمْ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۗ يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْآخِرَةِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ

ترجمہ: (اے پیغمبر ﷺ) جو لوگ آج کفر کی راہ میں بڑی دوڑ دھوپ کر رہے ہیں ان کی سرگرمیاں تمہیں آزردہ نہ کریں، یہ اللہ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ اُن کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہ رکھے، اور بالآخر ان کو سخت سزا ملنے والی ہے

آیت نمبر 176 سے 179 تک اللہ رب العزت مسلمانوں کو اور آپ ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے احد کی شکست کے بعد مسلمانوں کو تسلی دی جارہی ہے اور دوسری طرف ان کو متنبہ کیا جارہا ہے کہ وہ منافق جو اسلام کی صفوں میں آگے ہیں یا تو وہ اعلانیہ کفر کی طرف پلٹ جائیں گے اور یا پھر ایسی آزمائشوں سے پتا چل جائے گا کہ کون ساتھ ہے اسلام کے اور کون اسلام کے ساتھ نہیں ہے۔احد کے واقعے کی حکمت کیا ہے
حکمت واقعہ احد:
اس کی حکمت کیا ہے ۔ یہ ساری آیات غزوۂ احد کے متعلق ہیں(جو اگلے سال ابو سفیان نے کہا تھا)تو اب غزوۂ احد کی حکمت بتائی جاری ہے اور حکمت بتانے کا مقصد مسلمانوں کو اور آپ ﷺ کو تسلی دینا ہے اور تسلی کیا ہے کہ جب بھی آزمائشیں آتی ہیں تو کیا ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی جماعت میں جو لوگ خبیث ہوتے ہیں، جو خام ہوتے ہیں ،جو کھوٹے ہوتے ہیں ، منافق ہوتے ہیں وہ لوگ چھٹ کر الگ ہو جاتے ہیں جو نیک ہوتے ہیں ان کے اندر جو کمی بیشی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ان کو بھی نتھرا دیتا ہے ان کو مخلص لوگوں میں طیب لوگوں میں شامل کر دیتا ہے، تو یہ ہے کہ غزوۂ احد کی آزمائش کا مقصد ہی یہ تھا کہ جو صالح اہل ایمان ہیں وہ اُبھر کر سامنے آئیں اور اپنی صلاحیتوں کے مطابق پروان چڑھیں اچھا اب آپ دیکھیں کہ یہ ساری آیات یہ ہی بتاتی ہیں کہ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جو

لوگ کفر کی راہ میں بڑی دوڑ دھوپ کر رہے ہیں ان کی یہ سرگرمیاں تمہیں آزردہ نہ کر دیں تو منافق کیا کرتے تھے کہ وہ ایسی باتیں کرتے تھے جو اسلام کی بجائے کفر کا ساتھ دینے والی تھیں اللہ تعالیٰ اعلان کر رہے ہیں کہ یہ اللہ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ بھی نہ رکھے، با لآخر ان کو سخت سزا ملنے والی ہے اس وقت مسلمانوں کے علاوہ جتنے لوگ تھے جتنی قومیں تھیں وہ سب اسلام کو مٹانا چاہتی تھیں مسلمانوں کو نقصان پہنچانا چاہتی تھیں، وہ مشرکینِ مکہ ہوں، وہ یہود مدینہ ہو ں یا منافقین یا دیگر عرب قبائل سب اسلام کو کچلنا چاہتے تھے تو اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو تسلی دے رہے ہیں کہ یہ تمہاراٍ یا اسلام کا کچھ بھی بگاڑنے کی قدرت نہیں رکھتے بلکہ الٹا کیا کر رہے ہیں **ۗيُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْآخِرَةِ** اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہ رکھے مطلب کیا ہے کہ اسلام کا تو کچھ نہیں بگاڑیں گے تمہارا الٹا نقصان یہ ہوگا کہ اپنی آخرت خراب کر رہے ہیں ان کے بارے میں فکر نہ کیا کرو اور پھر آپ ﷺ اور مسلمانوں کا معاملہ کیا تھا کہ وہ کوشش کرتے تھے انتہائی کوشش کرتے تھے یہ لوگ اسلام کو سمجھیں اور یہ لوگ اسلام کے قریب ہی نہیں آتے تھے- اس کو قبول ہی نہیں کرتے تھے- آپ ﷺ اورمسلمان سخت پریشان ہو جاتے تھے تو قرآن میں متعدد جگہ پر اس بات کا جواب دیا گیا ہے کہ اے پیارے نبی آپ ﷺ-**کو** یہ کہہ کر تسلی دی گئی کہ تمہارا کام صرف اللہ کا پیغام پہنچا دینا ہے اور لوگوں کو ڈرانا ہے اور اگر یہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے تو پھر اِن کا اپنا ہی نقصان ہے تو یہاں اسی چیز کی طرف اشارہ ہے - ان کو نقصان کیا ہوگا **أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْآخِرَةِ** آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا **وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيم** اور الٹا یہ ہے کہ ان کو بڑا عذاب ملے گا دردناک عذاب ہوگا جو ان کو آخرت میں حصے میں ملے گا۔

آیت نمبر 177:

إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

ترجمہ: جو لوگ ایمان کو چھوڑ کر کفر کے خریدار بنے ہیں وہ یقیناً اللہ کا کوئی نقصان نہیں کر رہے ہیں، اُن کے لیے درد ناک عذاب تیار ہے

جو لوگ ایمان کو چھوڑ کر کفر کے خریدار بن گئے وہ یقیناً اللہ کا کوئی نقصان نہیں کر رہے ان کے لئے دردناک عذاب تیار ہے بات وہی ہے بات کرنے کا انداز دوسرا ہے پہلے **عَذَابٌ عَظِيمٌ** کہا دوسرا **عَذَابٌ أَلِيمٌ** کہا کیوں کہ یہ اتنے بدقسمت لوگ ہیں ان کے گناہوں کا پیمانہ اتنا لبریز ہو چکا ہے کہ انہوں نے دین کو بیچ کر کفر کو خرید لیا کیسی عجیب بات ہے کہ انہوں نے ایمان کی بجائے کفر کا ساتھ دیا اور یہ بڑی عجیب سی بات ہے کہ کوئی ہیرے بیچ کر کوئلے لے لے- کوئی سمندر میں جائے تو ہیرے جواہرات کو اکٹھا کرنے کی بجائے وہاں جو سیپ وغیرہ پڑی ہوں انہیں سےاپنی جھولی کو بھر لے تو گویا کہ یہ وہ بدنصیب لوگ ہیں جنہوں نے ایمان کو بیچ ڈالا، دنیا میں بھی کہ ایمان مفت راس نہیں آتا اور گناہ لوگ خریدتے ہیں، فلمیں دیکھنا ، جس میں بہت غلط چیزیں ہیں، اسی طرح بہت سے افسانے ہیں، ناول ہیں یہ لہو الحدیث کی تعریف میں چیزیں آتی ہیں جو انسان کو اس کی آخرت سے غافل کرتی ہیں اللہ سے غافل کرتی ہیں آخرت اور دنیا دونوں کو برباد کر دیتی ہیں - وہ انسان پیسوں سے خریدتا ہے جوانی کو بھی برباد کرتا ہے وقت کو بھی - پیسے کو بھی برباد کرتا ہے تو گناہ خرید لیتا ہے اور نیکیاں مفت راس نہیں آتیں کہ درس و تدریس کی محفلیں ہیں مساجد کھلی ہیں قرآن کلاسز ہیں اور اس طرح اگر

کہیں سے مفت بھی مل رہی ہوں کہ آئیں وہاں پر پروگرام ہے تو اس میں دل نہیں لگتا تو یہ اسی چیز کی طرف اشارہ ہے کہ لوگ کفر کو خریدتے ہیں، اس کے خریدار بن گئے اور آپ دیکھیں کہ آج کل بھی بڑی مانگ ہے ایسی چیزوں کی ، فلمیں ہیں اور بے حیائی ہے ان کے اندر- اور کیسے ہاتھوں ہاتھ وہ بکتی ہیں اور وہی بات لگتی ہے کہ لوگ ہیں جیسے کہ پروانے ہیں کہ آگ پر گرے جاتے ہیں- اور لوگ جوان اور بعض بڑے اور ہر طرح کے لوگ دیوانے، پاگل ہیں، شراب کی طرف اور سگریٹ کی طرف اور نشے کی طرف، پھر عورت کے لیے جیسے ایک عورت کہتی تھی کہ میرے میاں میں کوئی برائی نہیں ہے لیکن جب رات کا وقت ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ میرے قدم خود بخود مجھے غلط راستے کی طرف اٹھا کے لے جاتے ہیں -مجھے ایسے لگتا ہے مجھے کوئی کھینچ کر لے کے جا رہا ہے اور بہت سی ان میں خوبیاں اور کمیاں ہیں لیکن میرے میاں کہتے ہیں کہ نشہ ہے کہ میں اس کے بغیر رہ نہیں پاتا اور مانتے بھی ہیں ،روتے بھی ہیں، اسی طرح ایک عورت کہتی تھی میرے میاں کے لیے دعا کریں کہ میرے میاں نشہ کرتے ہیں کہ کسی طرح وہ چھوٹ جائے، تو یہ بھی ہیں ۔کفر کے خریدار قرآن کی بجائے- ان فضولیات میں پڑنا اس کو وقت دینا اور یہ ساری حرام چیزیں ، جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے اور نیک ایماندار متقی لڑکیوں کی موجودگی میں کافروں کو ترجیح دینا -یہ ساری کفر کی خریداری ہے جو لوگ کرتے ہیں اور ساری زندگی پھر اس کو بھگتتے ہیں بیٹھ کر ساری زندگی سات نسلوں کو ایسا سبق پڑھاتے ہیں لیکن احساس نہیں ہے اثر نہیں ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ ایک کو دیکھ کر دوسرا عبرت نہیں پکڑتا تو وہ یقیناً اللہ کا کوئی نقصان نہیں کر رہے ان کے لیے دردناک عذاب ہےپھر ایک ذہن میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ لوگ جو غلطیاں کرتے ہیں منافق منافقت کرتے ہیں مشرک شرک کرتے ہیں اور جتنے بھی غیر مسلم طاقتیں ہیں یعنی وہ طاقتیں جو باطل کی طاقتیں ہیں جب وہ خراب ہیں اور خرابیاں کرتی ہیں اللہ ان کوپکڑتا کیوں نہیں اللہ ان کو پوچھتا کیوں نہیں جب وہ زیادتیاں کرتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ ان کو پوچھتا کیوں نہیں ان کی اتنی غلط قسم کی سرگرمیوں پر اللہ نے ان کو ڈھیل کیوں دے رکھی ہے عذاب کیوں نہیں آجاتا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا۔

آیت نمبر 178:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنفُسِهِمْ ۚ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ

ترجمہ: یہ ڈھیل جو ہم انہیں دیے جاتے ہیں اس کو یہ کافر اپنے حق میں بہتری نہ سمجھیں، ہم تو انہیں اس لیے ڈھیل دے رہے ہیں کہ یہ خوب بار گناہ سمیٹ لیں، پھر اُن کے لیے سخت ذلیل کرنے والی سزا ہے

یہ ڈھیل جو ہم انہیں دیئے جاتے ہیں اس کو یہ کافر اپنے حق میں بہتری نہ سمجھیں ہم تو انہیں یہ ڈھیل اس لیے دے رہے ہیں کہ یہ خوب بارِ گناہ سمیٹ لیں، پھر ان کے لیے سخت ذلیل کرنے والی سزا ہے ۔ مہلت دینے کا مقصد کیا ہے زیادہ سے زیادہ یہ گناہ کریں سرکشی کے جتنے کام کر سکتے ہیں کر لیں تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ رسوائی اور ذلت والے عذاب سے دوچار ہو سکیں یہاں پر اللہ تعالیٰ یہ بتا رہے ہیں کہ ان کے معاملے میں جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کر رہے ہیں تو مقصد یہ نہیں ہے کہ یہ کوئی مفید کام کر رہے ہیں یہ حقوق اور فرائض سے دل چرا رہے ہیں اسلام کا انکار کر رہے ہیں اللہ کی آیات کو ٹھکرا رہے ہیں تو قیامت کے دن ان کے گناہوں کا بوجھ ان کی گردنوں پر طوق بن جائے گا -کیا ہوگا **إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا ۚ** کہ یہ لوگ بارِ گناہ سمیٹ لیں پھر ہوگا کیا **وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ** پھر ان کے لیے

سخت ذلیل کرنے والی سزا ہے پھر ان کو اللہ تعالیٰ سخت سزا دے گا**عَذَابٌ عَظِيمٌ، عَذَابٌ أَلِيمٌ، عَذَابٌ مُّهِينٌ** کا ذکرہے۔

قانون امہال:

یہاں پر دراصل اللہ کا قانونِ امہال، مہلت یعنی مہلت دینے کا قانون بیان کیا جا رہا ہے ۔کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور مشیّت کے مطابق جو کافروں کو مہلت دیتا ہے تو وقتی طور پر یوں لگتا ہے کہ دنیا میں بڑے خوشحال ہیں بڑی فتوحات ہیں ان کے پاس بڑے مال اور اولاد ہیں اور لوگ سمجھتے ہیں شاید ان پر اللہ کا بڑا فضل ہے جیسے کچھ لوگ رشوت ،شراب ،سود اور بہت سی غلط چیزوں میں مبتلا ہوتے ہیں جتنی جتنی وہ نافرمانی کرتے ہیں،لگتا ہے کہ اتنی زیادہ بڑی خوشحالی کی زندگی ہے، تو اللہ تعالی یہاں پر یہ بات بتا رہے ہیں کہ یہ جو بظاہر خوشحالی کی زندگی ہے دراصل یہ اس لیے ہے کہ اللہ نے ان کو مہلت دی کہ کفر میں، نفاق میں، فسق میں، یہ لوگ آگے بڑھتے چلے جائیں اور پھر دنیا میں جو کچھ ہے ان کو مل گیا اور آخرت میں تو ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے اسی طرح ہمیں سورۃ المومنون میں اللہ تعالی کا یہ پیغام بھی ملتا ہے **آیت 56** میں **أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُم بِهِ مِن مَّالٍ وَ بَنِينَ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ ۚ بَل لَّا يَشْعُرُونَ** کیا وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم جو ان کے مال اور اولاد میں اضافہ کرتے ہیں یہ ہم ان کے لیے بھلائیوں میں جلدی کر رہے ہیں نہیں بلکہ وہ سمجھتے نہیں ہیں

آیت نمبر 179:

مَّا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۗ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِن رُّسُلِهِ مَن يَشَاءُ ۖ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۚ وَإِن تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ

ترجمہ:

اللہ مومنوں کو اس حالت میں ہرگز نہ رہنے دے گا جس میں تم اس وقت پائے جاتے ہو وہ پاک لوگوں کو ناپاک لوگوں سے الگ کر کے رہے گا مگر اللہ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ تم کو غیب پر مطلع کر دے غیب کی باتیں بتانے کے لیے تو وہ اپنے رسولوں میں جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے لہٰذا (امور غیب کے بارے میں) اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اگر تم ایمان اور خدا ترسی کی روش پر چلو گے تو تم کو بڑا اجر ملے گا

کہ اللہ مومنوں کو اس حالت میں ہرگز نہ چھوڑے گا جس میں تم اس وقت پائے جاتے ہو **مَّا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ** تو اس کا مطلب کیا ہے؟ کہ اللہ تعالی اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ مسلمانوں کی جماعت میں منافق بھی موجود ہوں مومن اور منافق کو اکٹھا دیکھنا اللہ تعالی کو یہ چیز پسند نہیں ہے کہ وہ لوگ تمہارے ساتھ اکٹھے رہیں تو یہ ہے غزوۂ احد کی حکمت اور بتائ جا رہی ہے کہ صالح اور فاسد کا ملغو بہ، کافر اور منافق کواکٹھا کرنا اللہ کو یہ چیز پسند نہیں ہے اب اللہ تعالی کیا چاہتے ہیں **حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۗ** کہ تمیز پیدا ہو خبییث اور طیب میں ،پاک لوگوں کو ناپاک لوگوں سے الگ کر کے رہے گا، یہ وہی بات جو پہلے پڑھ چکی ہیں کہ خام اور پختہ، خبیث اور طیب، مخلص اور منافق، ہر ایک کو اللہ تعالی الگ کر دیں گے پختہ ایمان والوں کو کمزور ایمان والوں سے، اسی طرح منافقین کو مومنوں سے الگ کر دیں گے ، تاکہ پتہ چل جائے اور اچھا اب اس کو الگ کرنے کے لیے

ہونا کیا چاہیے بعض اوقات ذہن میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالی غیب سے مسلمانوں کو بتا دیں وحی بھیج دیں اور بتا دیں تاکہ یہ جنگ اور مسائل اور مشکلات اور آزمائشوں میں سے گزرنا ہی نہ پڑے اللہ بس بتا دے اپنے نبی کو کہ فلاں مومن ہے اور فلاں مخلص ہے فلاں منافق ہے اللہ تعالی فرماتے ہیں- یہ بات بھی میری سنت کے خلاف ہے غیب سے ہر ایک کو واقف کرنا یہ بات بھی اللہ تعالی کو پسند نہیں ہے یہ اللہ کی سنت نہیں ہے -کیا فرمایا **وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ** اور نہیں ہے اللہ کا یہ طریقہ کہ تم کو غیب کے ذریعے سے بتا دے کہ مومن اور منافق کون ہے کہ مسلمانوں کو دلوں کا سب کے حال پتا چل جائے تو پھر اس کا طریقہ کیا ہوگا **وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِن رُّسُلِهِ مَن يَشَاءُ** غیب کی باتیں بتانے کے لیے وہ تو اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کرتا ہے اب یہاں پر بھی یہ بات بتائی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے تو نہیں بتائیں گے یہ اللہ کا دستور نہیں ہے کیوں؟ ایمان تو ہوتا ہی بالغیب ہے اللہ کو یہ پسند ہے کہ لوگ ایمان بالغیب لائیں اور اگر غیب ہی نہ رہا تو پھر ایمان کیسا؟ تو جتنی اللہ تعالیٰ کو غیب کی اطلاع دینی ہے- اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو اپنے نبیوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کرتا ہے اور جتنا چاہتا ہے منتخب کرتا ہے مثلاً قیامت ضرور آنے والی ہے ہر ایک کو اس کے اعمال کا اچھا یا برا بدلہ ملے گا نیک لوگ جنت میں اور بدکار دوزخ میں جائیں گے لیکن کون جائے گا؟ کون نہیں جائے گا؟ اس کی کیا تفصیلات ہیں؟ وہ قرآن کے مطالعے سے پتا چلتا ہے- اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے منافقین کے علامتیں بتائیں ہیں کہ کن علامتوں سے پتہ چلتا ہے کہ فلاں منافق ہے لیکن نام لے کر کہنا کہ فلاں منافق ہے یہ چیز بھی پسندیدہ نہیں ہے

واقعہ:

دورِ نبوی میں ہمیں ایک واقعہ ملتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو شدید ضرورت کے وقت چند منافقین کے نام بتائے غزوۂ تبوک سے واپسی کے موقع پر چودہ یا پندرہ منافقوں نے ایک ایسی سازش تیار کی تھی کہ جب آپ ﷺ گھاٹی کے پاس سے گزریں گے تو وہاں آپ کو ختم کر دیا جائے تو رات کو سفر کے دوران گھاٹی پر گزرتے ہوئے آپ ﷺ کو سواری سے گرا کر گھاٹی میں پھینک کر ہلاک کر دیا جائے اس وقت حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی سواری کو پیچھے سے چلا رہے تھے اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ ﷺ کو منافقوں کی سازش سے مطلع کر دیا اور ان منافقوں اور ان کے باپوں کے نام بھی بتا دیے -جو آپ ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بتائے اور ساتھ ہی تاکید کر دی کہ ان کے نام کسی کو نہ بتانا اسی لیے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو رازدان رسول کہا جاتا ہے حتی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی نہیں پتہ تھا اور نہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور کسی صحابہ کو نہیں پتہ تھا اب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کیا کرتے تھے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جب کسی کی وفات ہوتی تو دیکھتے رہتے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کیا کرتے ہیں اگر وہ ان کی نماز جنازہ میں جاتے تو یہ بھی جاتے، وہ نہ جاتے تو پھر یہ بھی بیٹھے رہتے یعنی یہ پتہ تھا کہ یہ راز ہے پوچھنا نہیں ہے لیکن یہ پتہ تھا کہ اب عمل کرنا ہے کیسے کرنا ہے کیونکہ منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع کر دیا گیا تھاتو دیکھتے رہتے تھے اچھا اسی طرح آپ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ غیب پر جب چاہےاور جتنا چاہے بتائیں اپنے رسولوں کو- مثلاً حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھیں کہ مصر سے قمیض لانے والے کی تو بذریعہ وحی آپ کو خبر کر دی گئی خوش خبری دے دی مگر حضرت یوسف علیہ السلام کنعان کے ایک کنؤیں میں ان کے پاس کتنا عرصہ پڑے رہے اور وہ ان کے غم میں بیمار ہوگئے آنکھیں چلی گئیں لیکن آپ کو اللہ نے اطلاع ہی نہ دی کہ حضرت یوسف تیرے پاس ہی کنویں میں ہے اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب اسلام لانے کیلئے آپ ﷺ کی خدمت میں جا رہے تھے تو اللہ نے بذریعہ وحی بتا دیا کہ عمرآ رہے ہیں اور جب

آپ ﷺ واقعہ افک کے بارے میں ایک مہینہ سخت پریشان رہے، بے چین رہے پورا ایک ماہ مسلمان پریشان تھے تو اس وقت تو پورے ایک ماہ بعد وحی نازل ہوئی یہ سارے واقعات کیا بتاتے ہیں کہ اللہ اپنے رسولوں میں سے بھی جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے یہ نہیں ان کو غیب کا علم تھا جتنا چاہا جس کو چاہا اس کو دے دیا **فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ** ۚ لہذا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو **وَإِن تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوافَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ** ۔اگر تم ایمان اور خداترسی کی روش پر چلو گے تو تم کو بڑا اجر ملے گا تو اصل بات کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جب پسند ہی نہیں کہ غیب کا علم لوگوں کو بتایا جائے کہ کھرا کون ہے کھوٹا کون ہے مومن کون ہے منافق کون ہے، وہ توآزمائش کی چکی میں سے گزارے گا، آزمائشوں کی بھٹی میں سے گزرو گے، تو پتا چلے گا تو غزوۂ احد کا ہونا، مصیبتوں کا آنا ،کسی بھی طرح کی بیماری ہے، معاشی تنگی ہے، بچوں کا ہونا آزمائش ہے، نہ ہونا آزمائش ہے، کسی بھی طرح کی جو آزمائیشیں آئیں تو اس پر پریشان نہ ہوا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ آزمائشوں کے ذریعے سے ہی تو پتا کرنا چاہتے ہیں کہ تم میں کھرا کون ہے اور کھوٹا کون ہے تو ایسے میں کیا کرو غیب کا انتظار کیئے بغیر **فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُلِهِ** اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان لاؤ یہ جو امتحان ہوتے ہیں جوآزمائشیں آتی ہیں ان کی برکتوں سے فائدہ کیسے ملے گا اس کے لئے ضروری ہے **وَإِن تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا** کہ تم ایمان لاؤ اور تقوی اختیار کرو تو تمہارے لئے بڑا اجر ہے عظیم اجر ملے گا اگر تم تقویٰ اختیار کرو گےتو یہ ساری باتیں بتانے کا مقصد کیا ہے کہ ساری حکومت اور ساری خدائ اللہ کی ہے اور اللہ جس چیز کو جس طرح سے چاہے مناسب سمجھے مسلمانوں کو اور آپ ﷺ کو تسلی بھی دی جاری ہے اور جو جتنی بھی غیر اسلامی قوتیں ہیں ان کی خصلتیں ہیں ، شرارتیں ہیں سازشوں کو بھی بے نقاب کیا جا رہا ہے اور یہ جو منافق ہوتے ہیں ان کی ایک اور کمزوری کیا ہوتی ہے کہ وہ جس طرح اپنی جان کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے گریز کرتے ہیں اور جہاد سے بچتے ہیں اسی طرح اپنے مال کو بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے ڈرتے بچتے ہیں حالانکہ اللہ کا دیاہوا مال ہے اور وہ اس کو خرچ نہیں کرنا چاہتے ہیں ، اللہ اور اللہ کے حقوق و فرائض میں سے بچا بچا کر جو مال جمع کیا جاتا ہےاللہ تعالیٰ کیا کہتے ہیں کہ ذرا دیکھو تو سہی کہ اس کا کیا ہوگا وہ کیسے قیامت کے دن تمہاری گردنوں کا طوق بنے گا

آیت نمبر 180: وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُم ۖ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۖ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ

ترجمہ: جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے نوازا ہے اور پھر وہ بخل سے کام لیتے ہیں وہ اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ بخیلی ان کے لیے اچھی ہے 'نہیں، یہ ان کے حق میں نہایت بری ہے جو کچھ وہ اپنی کنجوسی سے جمع کر رہے ہیں وہی قیامت کے روز ان کے گلے کا طوق بن جائے گا زمین اور آسمانوں کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے

جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے نوازا ہے اور پھر وہ بخل سے کام لیتے ہیں وہ اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ بخیلی ان کے لئے اچھی ہے نہیں یہ ان کے حق میں بہت بری ہے تو یہاں پر آپ دیکھ لیں کہ منافق کے بارے میں بتایا جا رہا ہے کہ کس طرح سے وہ یہ چاہتے ہیں کہ اپنے آپ پہلے جانوں کو بچاتے تھے اور اب یہاں پر بتایا جا رہا ہے کہ وہ اپنے مال کو بھی بچاتے ہیں آیت نمبر 177 میں آپ نے یہ پڑھا کہ دنیا میں نعمتوں کی فراوانی اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اللہ ان لوگوں پر خوش ہے تو مال و دولت نعمت کب بنتا ہے؟ جب اس مال سے حقوق ادا کر دیے جائیں اور بخل سے کام نہ لیا جائے

اگر بخل سے کام لیا جائے کنجوسی کی جائے تو پھر کیا ہے کہ یہی مال و دولت عذاب کا ذریعہ بن جاتا ہے کیوں بخل کیا ہے اس کے شرعی معنی یہ ہے کہ جو چیز اللہ کی راہ میں خرچ کرنا کسی پر واجب ہو اور جن مواقع پر خرچ کرنا واجب نہیں خرچ کرنا واجب ہے تو انسان اس کو خرچ نہ کرے اس لئے اس کو بخل کہتے ہیں اور یہ حرام ہے اور اس پر جہنم کی سزا ہے اور جن مواقع پر خرچ کرنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے وہ بخل حرام میں داخل نہیں البتہ عام معنی کے اعتبار سے اس کو بھی بخل کہا جائے گا اس قسم کا بخل حرام نہیں مگر خلاف اولٰی ہے یعنی پسندیدہ نہیں ہے، بخل کے ایک اور معنی بھی احادیث میں ہے شحّ اس کی تعریف یہ ہے کہ اپنے ذمے جو خرچ کرنا واجب تھا وہ ادا نہ کرے اس پر مزید یہ کہ مال بڑھانے کی حرص میں مبتلا رہے تو وہ بخل سے بھی زیادہ شدید جرم ہے آپ ﷺ نے فرمایا : **لا یجتمع الشح و الایمان فی قلب رجل مسلم ابداً** شحّ اور ایمان کسی مسلمان کے قلب میں جمع نہیں ہو سکتے یعنی ایمان اور پھر بخل/ شح کسی مسلمان کے قلب میں جمع نہیں ہو سکتے اور قیامت کے روز جس چیز کو گلے کا طوق بنایا جائے گا وہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کیا کہتے ہیں؟**سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ** یہ جو کنجوسی سے جمع کر رہے ہیں وہی قیامت کے روز ان کے گلے کا طوق بن جائے گا اللہ نے کیا کہا؟ کہ تم حقداروں کے حقوق ادا کرو تو یہ کیا کرتے ہیں؟ کہ اس کے حقوق ادا نہیں کرتے اور کنجوسی کرتے ہیں بخل کرتے ہیں بلکہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں**بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ** یہ ان کے لیے شر ہے ان کے لیے یہ چیز نقصان دہ ہے

مفہوم حدیث:

جو بہت ڈرانے والی ہے یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس شخص کو اللہ تعالی نے مال عطا کیا ہو پھر وہ اس سے زکواۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اس کا مال ایک گنجے سانپ کی شکل میں ہوگا جس کی آنکھوں پر دو کالے نقطے ہوں گے وہ سانپ اس کے گلے کا طوق بن جائے گا اور اس کی دونوں بانچھیں پکڑ کر کہے گا میں تیرا مال ہوں اور تیرا سرمایہ ہوں **روایت بخاری**

پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑی تو آپ دیکھئے کہ مال جمع کرنا اور پھر جو بھی حقوق ہیں حقداروں کے ان کو ادا نہ کرنا اس پر اللہ تعالیٰ کتنا ناراض ہوتا ہے کہ مال کے ذریعے تو خوشحالی آنی چاہیے تھی اس کو اللہ کے راہ میں خرچ کیا جاتا تو آخرت میں اونچے درجے ملتے لیکن الٹا کیا ہے کہ قیامت کے دن وہ مال عذاب کا ذریعہ بن جائے گا

مفہوم حدیث:

فرمایا جو مال تم چھوڑ کر مر جاؤگے وہ تمہارے وارثوں کا ہوگا حدیث میں آیا کہ آپ نے فرمایا انسان کہتا رہتا ہے کہ یہ میرا مال ہے یہ میرا مال ہے حالانکہ اس کا مال وہی ہے جو اس نے کھا لیا یا پہن لیا یا اللہ کی راہ میں دے دیا باقی مال تو اس کے وارثوں کا ہوگا

مفہوم حدیث:

آپ ﷺ سے کسی نے سوال کیا کہ افضل صدقہ کیا ہے آپ نے فرمایا جو تندرستی کی حالت میں مال کی خواہش 'مالدار ہونے کی امید، اور محتاجی کا ڈر رکھتے ہوئے تو دے اور اتنی دیر مت لگا کہ حلق میں دم آ جائے یعنی جان، تو اس وقت یوں کہنے لگے کہ اتنا مال فلان کو دے دینا اور اتنا فلان کو حالانکہ اب تو وہ فلان کا ہو ہی چکا **روایت بخاری**

تو اس سے بھی کیا پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ چیز پسند نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن کو فضل دیا ہے فضل سے مراد مال و دولت سے نوازا ہے ان کو اللہ نے جو دولت بخشی ہے اور پھر وہ اسے دنیا میں تو زیب و زینت کریں، دکھاوا یہ ریا کاری یہ سب کچھ کریں لیکن یہ نہ کریں کہ اسے صدقہ، خیرات ،زکواۃ ،جو فرائض ہیں ان کو ادا کریں تو یہی مال قیامت کے دن سانپوں ، اژدہوں کی شکل میں تبدیل ہو

جائے گا اور انسان کی گردن کا طوق بن جائے گا جیسے کوئی چیز گلے کا ہار نہیں بن جاتی تو ہمیں مسلمانوں کو بھی اپنی زندگیوں کا جائزہ لینا چاہیے کہ اللہ تعالی نے جو مال ہمیں دیا ہے تو کیا ہم اس سے حقداروں کے حقوق ادا کرتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر یہ قیامت کے دن گردن کا طوق بن جائے اور اللہ اس پر پکڑے پھر فرمایا : **وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ** زمین اور آسمانوں کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے اس سے کیا مراد ہے اس سے مطلب یہ ہے کہ تمہارے پاس جو مال ہے یہ اللہ کی طرف سے ملا ہے تو جب اللہ کی طرف سے ملا ہے تو یہ تمہارے پاس بطور امانت ہے مقصد تمہارا امتحان ہے اور اب تم کیا کرو کہ اللہ کی امانت کو اللہ کے دیئے ہوئے مال کو اللہ کی مرضی کے مطابق خرچ کرو **وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ** لوگو : زمین اور آسمانوں کی میراث اللہ ہی کے لئے جو کچھ بھی ہے بہرحال جب اللہ کا ہے تو کیا کرنا چاہئے جب اللہ کی مِلک ، جب اللہ کی خدائ ،جب اللہ کی وراثت، تو پھر اللہ کے راستے میں اس کو دل کھول کر خرچ کرنا چاہئے ،بچا بچا کر نہیں رکھنا چاہئے، **وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ** اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے یعنی تم نے بچایا، بخل کیا ، شحّ کیا ، یا تم نے اس کا انفاق کیا ، خرچ کیا، ساری باتوں کا اللہ کو علم ہے اور اسی کے مطابق جزا یا سزا دے گا۔

آیت نمبر 181:

لَّقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَقَتْلَهُمُ الْأَنبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَنَقُولُ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ

ترجمہ: اللہ نے اُن لوگوں کا قول سنا جو کہتے ہیں کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں ان کی یہ باتیں بھی ہم لکھ لیں گے، اور اس سے پہلے جو وہ پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے رہے ہیں وہ بھی ان کے نامہ اعمال میں ثبت ہے (جب فیصلہ کا وقت آئے گا اُس وقت) ہم ان سے کہیں گے کہ لو، اب عذاب جہنم کا مزا چکھو

لَّقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ اللہ نے ان لوگوں کا قول سنا جو کہتے ہیں کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں تو یہاں پر منافقین اور یہودی جو اللہ جل جلالہ اور اللہ جل شانہ کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور طنز کیا کرتے تھے توان کا اللہ تعالی نے قول نقل کر دیا کہ جب ان کو یہ پتا چلا کہ اللہ تعالی یہ کہتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو

سورۃ البقرہ آیت 245

مَّن ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا

کہ کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسنَ دے تو یہود نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرا رب فقیر ہو گیا ہے کہ اپنے بندوں سے قرض مانگ رہا ہے جس پر کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے یہ آیت نازل کی اس آیت میں کیا ہے ان کی یہ بات کا کہنا اللہ کی شان میں گستاخی کرنا ہے ان لوگوں نے کیا کہا جو کہتے ہیں کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں **سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَقَتْلَهُمُ الْأَنبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَنَقُولُ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ** ان کی یہ باتیں بھی ہم لکھ لیں گے اور اس سے پہلے جو وہ بیغمروں کو ناحق قتل کرتے رہے وہ بھی ان کے نامہ اعمال میں درج ہے اور جب فیصلے کا وقت آئے گا تو کیا کریں گے **ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ** تو ان سے کہا جائے گا جلنے کا عذاب اس کا مزہ چکھو تو منافق اور یہود جو تھے وہ مال سے محبت کرتے تھے اور یہودی جو تھے وہ حرام خوری اور سود خوری کی وجہ سے مال و دولت، ہوس، زر پرستی، اور بخل کا مرض ان کے اندر بہت پایا جاتا تھا تو اب وہ اپنے اسی بخل سے مغلوب ہو کر اللہ پر یہ الزام

لگا رہے ہیں کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں اور اللہ ہم سے پیسے مانگتا ہے تو اب آپ دیکھ لیں کہ یہاں پر یہ بات بتائی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ پھر ان کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا اور کہتے ہیں کہ جب ایک جاہل یہودی نے یہ الفاظ کہے-**اِنَّ اللّٰہَ فَقِیرٌ وَنَحْنُ اَغْنِیَاء** تو حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کو اس کی گستاخی پر بڑا غصہ آیا اور یہودی کے ایک طمانچہ رسید کیا یہودی نے رسول اللہ سے شکایت کی تو پھر آگے جو آیتیں ہیں وہ نازل ہوئیں **آیت نمبر 186** پھر کہتے ہیں کہ وہ نازل ہو گئی کہ تمہیں "آزمائشیں جان اور مال کی آکر رہے گی کہ لوگ باتیں بھی کریں گے" تو تمہیں کیا کرنا ہوگا ،سننی چاہیے وہ باتیں تو یہاں پر بھی اللہ تعالیٰ ان کے عملوں کی وجہ سے یہ بتا رہے ہیں کہ پھر ان کو کیا ملے گا یہ **سورۃ المائدہ** میں بھی یہودیوں کا ایک قول ہے وہ کہتے ہیں کہ **یَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ** اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بہت تنگ ہے وہ بندوں سے قرضے مانگتے ہیں اس طرح کی باتیں وہ کرتے رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے کیا بتایا کہ ایک تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ فقیر ہے دوسری بات کیا ہے کہ انہوں نے پیغمبروں کو ناحق قتل کیا ہے تو ہم نے ان کے لئے عذاب جلنے کا لکھ لیا ہے یہ ان کو ملے گا اور یہ کیوں ہوگا

آیت نمبر 182:
ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ

ترجمہ: یہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے، اللہ اپنے بندوں کے لئے ظالم نہیں ہے

ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّا مٍ لِّلْعَبِيدِ لو اب عذاب جہنم کا مزا چکھو یہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے تمہارے اپنے عمل ہیں اللہ اپنے بندوں کے لئے ظالم نہیں ہے تو اب جو بھی ان کو سخت عذاب ملے گا تو اس کی وجہ کیا ہے کہ انہوں نے اللہ کی آیات کا مذاق اڑایا اور جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے کہا انہوں نے اس سے الٹ کیا تو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اس لئے ان کو یہ سزا دی جائے گی کیوں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے ایسا نہیں ہے کہ کوئی عمل کچھ کرے اور اللہ اس سے ہٹ کر اس کے ساتھ کوئی معاملہ کر لے تو اللہ کو تو یہ پسند ہی نہیں ہے کہ وہ اپنے بندوں پر ظلم کرے۔

آیت نمبر 183:
الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ عَهِدَ إِلَيْنَا أَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُولٍ حَتَّىٰ يَأْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ ۗ قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالَّذِي قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ

ترجمہ: جو لوگ کہتے ہیں "اللہ نے ہم کو ہدایت کر دی ہے کہ ہم کسی کو رسول تسلیم نہ کریں جب تک وہ ہمارے سامنے ایسی قربانی نہ کرے جسے (غیب سے آکر) آگ کھا لے "، اُن سے کہو، "تمہارے پاس مجھ سے پہلے بہت سے رسول آ چکے ہیں جو بہت سی روشن نشانیاں لائے تھے اور وہ نشانی بھی لائے تھے جس کا تم ذکر کرتے ہو، پھر اگر (ایمان لانے کے لیے یہ شرط پیش کرنے میں) تم سچے ہو تو اُن رسولوں کو تم نے کیوں قتل کیا

اللہ تعالیٰ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم کو ہدایت کر دی ہے کہ ہم کسی کو رسول تسلیم نہ کریں جب تک کہ وہ ہمارے سامنے ایسی قربانی نہ کریں جسے غیب سے آ کر آگ کھا لے تو اب یہاں پر یہودیوں کا

ایک اور قول نقل کیا جا رہا ہے جو انہوں نے اللہ پر جھوٹا بہتان لگایا وہ نقل کیا جا رہا ہے اور تورات یا موجودہ بائبل میں کہیں بھی یہ چیز موجود نہیں کہ جو نبی آگ کی قربانی کا معجزہ پیش نہ کرسکے وہ نبی نہ ہوگا یعنی اللہ کی طرف سے کہیں وحی میں یہ بات تھی نہیں اور یہ بات اتنی درست ہے کہ بعض نبیوں کو یہ معجزہ دیا گیا تھا اور سب سے پہلے تو قابیل اور ہابیل کی قربانی کے قبول ہونے کا یہ معیار مقرر کیا گیا پھر بعد میں حضرت الیاس علیہ السلام ،حضرت سلیمان علیہ السلام ،حضرت یحییٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ عطا ہوا اور بیشتر انبیاء ایسے تھے جنہیں معجزہ نہیں دیا گیا تھا اور وہ معجزہ کیا تھا جیسے بائبل میں متعدد مقامات پر یہ ذکر آیا ہے کہ اللہ کے ہاں کسی کے قربانی کے مقبول ہونے کی علامت یہ تھی کہ غیب سے ایک آگ نمودار ہو کر اسے بھسم کر دیتی تھی یعنی کچھ نبیوں کویہ معجزہ دیا گیا لیکن سب کو نہیں دیا تو پھر کیا تھا کہ اب یہودیوں سے یہ پوچھا جا رہا ہے کہ تمہارے نزدیک کسی نبی کے برحق ہونے کا یہی معیار ہے یعنی کوئی نبی برحق کب ہے جبکہ اس کی قربانی آگ آ کر غیب سے کھا لے تو یہ چیز تو ہم نے نہیں لکھی کہ ہر نبی کا معیار یہ ہے تب اس کو تم نبی مانوگے پھر آگے ان سے پوچھا گیا ہے **قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالَّذِي قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ** ان سے پوچھو تمہارے پاس مجھ سے پہلے بہت سے رسول آ چکے ہیں جو بہت سی روشن نشانیاں لے کر آئے تھے اور وہ نشانی بھی لائے تھے جس کا تم ذکر کرتے ہو پھر اگر ایمان لانے کے لیے یہ شرط پیش کرنے میں تم سچے ہو تو ان رسولوں کو تم نے قتل کیوں کیا؟ یہ بڑی اہم بات ہے کہ ایک طرف وہ یہ کہتے تھے کہ ہم پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی نہیں مان سکتے اس لیے کہ جب تک کہ یہ اپنی ایسی قربانی کریں کہ جس کو آسمان سے آ کر ایک غیبی آگ کھا نہ لے ہم نبی نہیں مانتے دوسری طرف اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں نے سارے نبیوں کے لیے تو یہ شرط مقرر نہیں کی تھی کچھ کو دی تھی کچھ کو نہیں دی تھی تو جن کو یہ نشانی دی بھی تھی جن کو یہ معجزہ دیا بھی تھا پھر تم نے ان کو قتل کیوں کیا؟ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ان یہودیوں نے قتل کیا اور اسرائیل کے بادشاہ کی بعل پرست ملکہ یعنی جو ایک بت کی پوجا کرتی تھی اس کی ملکہ حضرت الیاس علیہ السلام کی دشمن ہو گئی اور زن پرست بادشاہ اپنی ملکہ کو خوش کرنے کے لئے ان کے قتل کے در پہ ہوا آخر انہیں وہاں سے نکل کر جزیرہ نمائے سینا میں پناہ لینی پڑی، سلاطین باب میں 18-19 میں یہ ہے۔ تو اس آیت سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ کئی انبیاء ایسے تھے جنہیں یہ معجزہ ملا لیکن یہود نے انہیں قتل کر دیا اورآپ ﷺ پر ایمان ہم اس لئے نہیں لاتے کہ ان کو یہ معجزہ ملا نہیں، تو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ان سے پوچھو کہ جن نبیوں کو یہ معجزہ ملا تھا تم نے انہیں قتل کیوں کیا ، تم نے ان کو جو روشن نشانیاں لائے تھے جو انہوں نے شرطیں پیش کی تھیں **فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ** اگر تم اپنی اس بات میں سچے ہو تو پھر تم نے ان کو قتل کیوں کیا؟ سمجھ آئی بات کی ،،یعنی کس کس طرح سے وہ لوگ جھوٹ بولتے تھے اللہ پر بہتان دھرتے تھے تو ان کے بہتان ، ان کی سازشیں ،ان کی شرارتیں، اللہ تعالیٰ بتاتے جاتے ہیں کہ ان کے عمل اس کی گواہی دیتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو تسلی دے رہے ہیں ۔

آیت نمبر 184:

فَإِن كَذَّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ جَاءُوا بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ

ترجمہ: اب اے محمد! اگر یہ لوگ تمہیں جھٹلاتے ہیں تو بہت سے رسول تم سے پہلے جھٹلائے جا چکے ہیں جو کھلی کھلی نشانیاں اور صحیفے اور روشنی بخشنے والی کتابیں لائے تھے

اب اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر یہ لوگ تمہیں جھٹلاتے ہیں تو بہت سے رسول تم سے پہلے جھٹلائے جا چکے یعنی اگر یہ لوگ تمہیں جھٹلاتے ہیں تو آپ افسردہ نہ ہوں آپ کیوں افسردہ ہوتے ہیں آپ غم نہ کریں یہ بات نہیں ہے کہ آپ کے اندر کوئی کوتاہی ہے یا ان کے مطابق ان کے حسب منشاء آپ کو معجزہ نہیں دیا گیا اس کا واحد سبب یہ ہے کہ یہ لوگ تم پر ایمان لانا ہی نہیں چاہتے **فَإِن كَذَّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ** پہلے بھی تو وہ رسولوں کو جھٹلا چکے ان کو تو اللہ تعالیٰ نے معجزے دیئے تھے وہ کیسے رسول تھے **جَاءُوا بِالْبَيِّنَاتِ** وہ بیینات لے کر آئے تھے واضح اور روشن دلائل ، یہاں تین الفاظ استعمال ہوئے ہیں پہلا بیینات کا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ ان کے پاس واضح دلائل تھے حسی معجزات تھے ان کے پاس، دوسرا زبور کا لفظ ہے **وَالزُّبُرِ** اور ، زبور کی جمع ہے اس کے معنی ہیں ٹکڑے، قطعے، صحیفے ، تو مزامیرِ داؤد کے لئے بھی اس لفظ کا استعمال معروف ہے مراد وہ انبیاء کے صحائف ہیں جو تورات کے مجموعے میں بھی شامل ہیں اور مختلف جیسے داؤد علیہ السلام وغیرہ کو بھی دیئے گئے تو ان کو وہ چیزیں بھی ملی تھیں، چھوٹی چھوٹی کتابیں ،نصیحت نامے صحیفے، سب چیزیں ان کو ملی تھیں اور کیا تھا **وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ** اور انہیں کتابِ مُنیر بھی ملی ایسی جامع کتاب جس میں اوامر اور نواہی، اخلاقیات، قصص اور مواعظ یعنی سب کچھ موجود تھا جیسے تورات ،قرآن مجید، تو یہ ساری چیزیں وہ لے کر آئے اور آتشی قربانی پیش کرنے والے یعنی ان کی قربانی کو غیب سے آگ نے آ کر کھایا انبیاء کی قربانی کو پھر بھی انہوں نے قتل کیا بہت سے رسول جو مواعظات، نصیحت نامے اور جامع کتابیں لے کر آئے انہیں بھی جھٹلایا اگر آج آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو پھر آپ پریشان نہ ہوں ، آپ غم نہ کریں، آپ افسردہ نہ ہوں، اس لیے کہ ان کی فطرت ہے کہ یہ ایسا کرتے ہیں تو آپ کو پھر کیا کرنا چاہیے صبر کرنا چاہیے، لوگوں کو کیا کرنا چاہیے صبر کرنا چاہیے، تو یہاں پر مسلمانوں اور اہل ایمان کو تسلی دی جارہی ہے اور پھر تسلی کے لیے آگے فرمایا

آیت نمبر 185:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۖ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ

ترجمہ: آخر کار ہر شخص کو مرنا ہے اور تم سب اپنے اپنے پورے اجر قیامت کے روز پانے والے ہو کامیاب دراصل وہ ہے جو وہاں آتش دوزخ سے بچ جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے رہی یہ دنیا، تو یہ محض ایک ظاہر فریب چیز ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا ہے **وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ** اور تم سب اپنے اپنے پورے اجر قیامت کے روز پانے والے ہو **فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ** کامیاب دراصل وہ ہے جو وہاں دوزخ کی آگ سے بچ جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے **وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ** رہی یہ دنیا تو یہ محض ایک ظاہری فریب ہے، رہی یہ دنیا تو یہ محض ایک دھوکے کا سامان ہے ، تو اب آپ دیکھ لیجئے کہ یہاں پہ مسلمانوں کو جو تسلی دی جارہی ہے وہ کیا ہے کہ ڈراوا بھی ہے اور تسلی بھی ہے منافقین، کافر، یہودی سب کے لیے اور مسلمانوں کے لیے بھی، یعنی ان کو ڈرایا جارہا ہے اور مسلمانوں کو تسلی دی جاری ہے اور وہ کیا ہے کہ تم سب کو موت کی منزل سے گزرنا ہے اور اللہ رب العزت کے پاس پہنچنا ہے موت ہر ایک کو آکے رہے گی ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا یا سزا مل کر رہے گی

مفہوم حدیث: کہ جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی یعنی کیونکہ عذاب ثواب کا سلسلہ قبر میں شروع ہو جاتا ہے اور کامیابی کا معیار کیا ہے کہ انسان عذاب سے بچ جائے اور اللہ تعالیٰ خود قرآن میں ہے کہتے ہیں

سورۃ قصص آیت 88

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے

سورۃ قٓ آیت 19 میں بھی ہے

وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ

کہ یہ موت کی جانکنی کی سختی حق لے کر آ پہنچی اور یہ وہ چیز ہے جس سے تو بھاگتا تھا

اسی طرح اللہ رب العزت سورۃ قیامہ

میں بھی کہتے ہیں **كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ (٢٦) وَقِيلَ مَنْ ۜ رَاقٍ (٢٧) وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ (٢٨) وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ**

جب جان حلق تک جا پہنچی تو کہا جاتا ہے کہ ہے کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا

جھاڑ پھنک کرنے والا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اب دنیا سے جدائی کا وقت آ گیا اس وقت پنڈلی پنڈلی کے ساتھ مل جاتی ہے۔ آیت 26 سے 29 سورۃ القیامہ یعنی پنڈلی سے پنڈلی مل جانے کا مطلب ہے موت کے وقت پے در پے تکلیفیں آنا۔

مفہوم حدیث

کہ موت کی تکلیف بڑی شدید ہے۔ روایت مسند احمد

مفہوم حدیث

اسےترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا لذتوں کو مٹا دینے والی چیز موت کو کثرت سے یاد کیا کرو اسی طرح آپ ﷺ نے جس مرض میں وفات پائی اس میں آپ کی بےچینی کا یہ حال تھا کہ پانی کا پیالہ ساتھ رکھا تھا جس میں آپ بار بار اپنا ہاتھ مبارک ڈالتے اور چہرے پر ملتے اپنی چادر کبھی چہرے مبارک پر ڈالتے اور کبھی ہٹا لیتے اور جب غشی آپ پر طاری ہونے لگی تو آپ اپنے چہرے مبارک سے پسینہ پونچھتے جاتے اور فرماتے جاتے **سبحان اللہ ان للموت وسکرات**، سبحان اللہ کہ موت کے لیے بڑی سختیاں ہیں یہ بخاری کی روایت ہے

کہاَ آپ ﷺ کی وفات کی تکلیف دیکھنے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اب میں کسی کے لیے موت کی سختی کو برا نہیں سمجھتی پھر آپ دیکھیں کہ آپ ﷺ کے بارے میں ابن ماجہ کی روایت ہے کہ زندگی کے آخری لمحات میں آپ کی زبان مبارک میں لکنت آگئی تھی اور یہ موت کی سختی یہ ایسی سخت حقیقت ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر جب یہ وقت آیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں کہ میرے باپ کو بڑی عجیب بیماری لگ گئی ہے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ انہوں نے کیا فرمایا تھا انہوں نے کہا تھا کہ تیرے باپ کو کوئی بیماری نہیں لگی

سورۃ قٓ کی آیت 19

وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ

کہ یہ موت کی سختی حق لے کر آ پہنچی

یعنی جان کے نکلنے کا وقت ہے اور حضرت عمرو بن العاص فاتح مصر بنو امیہ کے ایک مشہور اور بہادر جرنیل یہ اکثر یہ بات کہا کرتے تھے کہتے ہیں کہ میں اکثر یہ بات اپنی زندگی میں کہتا تھا ان لوگوں پر تعجب ہے جن کے ہوش اور حواس موت کے وقت درست ہوتے ہیں مگر موت کی حقیقت بیان

نہیں کرتے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جب خود موت کے کنارے پہنچے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں ان کی یہ بات یاد دلائی آپ لوگوں کو یہ کہتے تھے اب آپ کا کیا حال ہے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ میں عمر کیوں کہتی ہوں عمر اور عمر لکھے بظاہر ایک جیسے جاتے ہیں لیکن جس کے آگے **و** ہوتی ہے وہ عمر پڑھا جاتا ہے عمرونہیں پڑھا جاتا جیسے عمرو لوگ پڑھتے ہیں وہ غلط ہے **و** محذوف ہے عمر پڑھتے ہیں اور عمر حضرت عمر **ع م ر** کے بعد **و** ہو تو عمرو نہیں پڑھتے عمرو بن العاص حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ انہوں نے ٹھنڈی سانس لی اور کہنے لگے موت کی کیفیت ناقابل بیان ہے بس اتنا بتا سکتا ہوں کہ مجھے ایسا معلوم ہو رہا ہے گویا آسمان زمین پر ٹوٹ پڑا ہے اور میں دونوں کے درمیان پس رہا ہوں میری گردن پر جیسے کوئی پہاڑ رکھا ہے پیٹ میں کھجور کے کانٹے بھرے ہوئے ہیں اور ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے میری سانس سوئی کے ناکے سے گزر رہی ہے حضرت شداد بن العاص رضی اللہ کہتے ہیں کہ موت کا لمحہ دنیا اور آخرت کی تمام ہولناکیوں سے زیادہ ہولناک ہے، یہ آروں کے چیرنے سے زیادہ اذیت ناک، قینچیوں کے کاٹنے سے زیادہ سخت اور ہنڈیوں کے ابالنے سے زیادہ تکلیف دہ ہے اگر مردہ زندہ ہو کر لوگوں کو موت کی سختی سے آگاہ کر دے تو لوگوں کا آرام اور نیند ختم ہو جائے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ علیہ دعا مانگا کرتے تھےیا اللہ مجھ پر موت کی سختی آسان کر تو یہاں پر بھی آپ دیکھیں کہ اللہ تعالی کیا کہتے ہیں کہ جو اچھے کام کرتے ہیں تو ان کے لئے تسلی ہے کہ موت کا مزہ جب چکھو گے تو جزا ملے گی، جو برے کام لوگ کرتے ہیں تو ان کے لئے یہاں پر ڈراوا ہے ان کے لئے یہ تحدید ہے کہ تمہیں موت کا مزہ ضرور چکھنا ہے اور پھر کیا فرمایا: **وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَا أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ** اور تم سب اپنے پورے اجر قیامت کے روز پانے والے ہو یعنی ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق جزا یا سزا ملنے والی ہے تو آپ سوچ لیجئے کہ ایک ایک عمل کا حساب اور کتاب ہو گا ایک ایک عمل کی انسان کو جزا یا سزا ملے گی تو یہ کتنی سخت بات ہے لوگو یہ کتنی مشکل بات ہے میں تو اکثر اس بات پر سوچتی ہوں کہ صبح سے لے کے شام تک کے جو اوقات اور گھنٹے ہوتے ہیں اگر میاں ہی پوچھنا شروع کردے تو اس کا حساب نہیں دے پاتے، لگتا ہے یہ دو کام تو کئے ہیں پتہ نہیں باقی گھڑیاں کہاں چلی گئیں اگر سو ڈالر مل جائیں اور آپ سے حساب لیا جائے سمجھ ہی نہیں آتا کہ یہ چیزیں تو خریدی تھیں آپ بازار سے شاپنگ کر کے آئیں آتے ہی حساب کریں آپ کو پیسوں کا پتہ نہیں چلتا دس پندرہ ڈالر بیچ میں سے وہ کہاں گئے آپ بار بار لکھتے ہیں آپ رسیدجمع کرتے ہیں پندرہ ڈالر نہیں سمجھ آئے یہ کہاں گئے تو آپ سوچیں پوری زندگی کا حساب لیا جائے گا اور ہر عمل کی جزا یا سزا ملے گی اور صحابہ کرام کی کیا روش تھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی زبان کو پکڑ کر کھینچ رہے تھے اور رو رہے تھے کہ اس زبان کی وجہ سے قیامت کے دن پکڑ ہوگی اور پوچھا جائے گا یہ ہلاکتوں کے بل زبان لوگوں کو جہنم کے اندر ڈال دے گی کتنا وہ لوگ پریشان ہوتے تھے ان کو اس بات کا پتہ تھا کہ کیسے حساب کتاب ہوگا کیا ہوگا اور واقعی وہ قرآن کی آیات کی زندہ تفسیر تھے اور ہمارا حال کیا ہے کہ دوسروں کے عیب ، دوسروں کی نکتہ چینیاں ،دیکھتےہیں

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنے خبر رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی خطاؤں پر جونہی نظر تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

تو جب انسان اپنے آپ کو دیکھتا ہے تو پھر کیا ہوتا ہے انسان خاموش ہو جاتا ہے پھر وہ باتیں نہیں کرتا اور بعض وقت انسان ہر وقت باتیں ہی کرتا رہتا ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے

ہیں مصیبت کی جڑ کی بنیاد انسان کی گفتگو ہے آپ اپنی زبان کی نوک کو بار بار پکڑتے اور فرماتے اس نے مجھے بہت جگہ پھنسایا حضرت حسن بصری رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں عقل مند کی زبان دل کے پیچھے ہے۔ تو آپ دیکھ لیجئے کہ اُس دن کا حساب کتاب اور وہ اتنا سخت حساب کتاب کہ لوگ کیا کرتے تھے وہ دوسروں کی غلطیوں کو معاف کرتے تھے کیا چاہتے تھے کہ اُس دن اُن کے ساتھ بہترین معاملہ ہو اُس دن اُن کی پکڑ نہ ہو جیسے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو ایک بدو نے مجمع عام میں برا بھلا کہنا شروع کیا لوگوں کو اُس آدمی پر غصہ آیا تو آپ نے فرمایا وہ تمہیں تو کچھ نہیں کہہ رہا ہے مجھ ہی کو تو کہہ رہا ہے اور پھر کہتے ہیں آپ نے فرمایا غریب بھوکا ہوگا اسے کھانا کھلا دو، اُن کو کپڑے دے دو، خرچ سے تنگ ہوگا روپے دے دو، تو پھر آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی تیسرے دن اس شخص کو بلا کر آپ نے پوچھا کیوں بھئی کہ تم مجھ سے خفا ہو وہ شخص یہ سنکر رو پڑا اور کہنے لگا میں نہ پہلے خفا تھا میں تو بس صرف یہ امتحان لے رہا تھا کہ رسول اللہ کا خون آپ کے اندر کتنا ہے پھر آپ نے فرمایا الحمدللہ ہم پہاڑ ہیں ایسے جھونکوں سے ہلنے والے نہیں ہیں تو آپ دیکھیں ہمارا جب امتحان ہوتا ہے ہر لمحے تو آپ اپنے نمبر لگاتی ہیں کیا فیل ہوتے ہیں کیا پاس ہوتے ہیں زبان کتنی دراز ہو جاتی ہے باتیں کتنی طویل ہو جاتی ہیں چہرے کے رنگت کتنی بدل جاتی ہے تیور کتنے بدل جاتے ہیں ہم کتنے غصے میں آ جاتے ہیں تو آپ سوچئے تو صحیح **وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَاأُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ** اور پھر آگے کیا فرمایا : **فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ** یہ پورے آپ سمجھ لیں کہ سورت آل عمران کا نچوڑ ہے، پورے پیغام کا نچوڑ ہے، اور پوری بات کا نچوڑ ہے جو پیچھے چل رہی ہے کہ یہودی باتیں کرتے ہیں ،منافق باتیں کرتے ہیں اور فتح اور شکست تو یہ ڈول ہے، تم پریشان ہوتے ہو، اصل کامیابی تو وہاں کی کامیابی ہے اور وہ کیا ہے کہ لوگوں کو آگ سے ہٹا لیا جائے وہ آگ سے بچ جائیں **وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ** اور ان کو جنت میں داخل کر دیا جائے یہ ہیں وہ لوگ کہ وہ کامیاب ہو گئے ایسے ہی نہیں اس کو کامیابی نہیں کہتے جو دنیا میں چھوٹی موٹی کامیابیاں ملتی ہیں کسی نے تقریر کی تو اول آ گیا کسی نے کتاب لکھی تو اس کو دنیا کا انعام مل گیا کسی کے بیٹے جو تھے وہ ڈاکٹر انجینئر بن گئے کسی کو اپنا پانچ کمروں کا گھر مل گیا کسی کو گاڑی بڑی قیمتی مل گئی کسی کو اولاد ملی تو انہوں نے کہا میں بڑا کامیاب ہوں کیونکہ مجھے اللہ نے بیٹوں سے نوازا ہے میں اللہ کی نظر میں بڑا پسندیدہ ہوں کسی نے کہا کہ میرا شوہر مجھ سے محبت کرتا ہے میں بڑی دنیا کی کامیاب ترین عورت ہوں اور کوئی سمجھتا ہے کہ مجھے اولاد نہیں ملی مال نہیں ملا گاڑی نہیں ملی، گھر نہیں ملا ،مجھے کینیڈا امریکہ کی شہریت نہیں ملی ،تو میں شاید دنیا کا بڑا ناکام شخص ہوں، نہیں! لوگو دنیا کی یہ رنگینیاں رعنائیاں اور دولت اور یہ مال و اسباب یہ ساری چیزیں کیا ہیں یہ تو آزمائشیں ہیں ہم نے اس کو کامیابی سمجھ لیا اصل کامیابی کون ہے ۔ **فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ** کہ دوزخ سے بچ جائے اور جنت میں داخل ہو جائے ٹھیک ہےاور جنت میں داخل ہونے کیلئے کیا ہے؟ کہ انسان نیک ہو، متقی ہو ،نیک ہونا اور متقی ہونا یہ بہت ضروری ہے اس کے بغیر رب کی رضا حاصل نہیں ہو سکتی اس کے بغیر جنت نہیں مل سکتی جنت جو ہے یہ تیرے چند روزہ اعمال کا صلہ نہیں ہے وہ تو تیرے اخلاص کا بدلہ ہے **وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ** اور رہی یہ دنیا تو یہ دھوکے کا سامان ہے دنیا کی زندگی تو محض عارضی سامان ہے آپ ﷺ خود اپنے لئے قبر کے عذاب اور دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگا کرتے اور جنت کے لئے دعا کیا کرتے اور خود آپ یہ دعا مانگا کرتے **"اللّٰهُمَّ حَاسِبْنِا حِسَابًا يَسِيرًا "** -**"اَللّٰهُمَّ أَجِرْنِي مِنَ النَّارِ" اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدَى وَالتُّقَى وَالْعفافَ والْغِنَى** آپ ایسی دعائیں مانگتے جس سے اس بات کا اندازہ ہوتا کہ آپ کو ہر وقت یہ فکر رہتی تھی کہ کسی طرح بہترین نیکی کی توفیق ہو اور برائیاں اس سے بچا جا سکے تو اللہ تعالی ہم سب کو بھی آخرت میں کامیابی عطا کرے

ہمیں نیکیوں کا حریص بنائے اور گناہوں سے بچنے والا بنائے، اور ہمیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے یہ شعر کا کچھ تھوڑا سا حصہ ہمیں بھی دے دے جو یہ کہا کرتے تھے **کیف حالی! الہی یا اللہ** میرا کیا حال ہوگا **لئیس لی خیر العمل** کہ میرے پاس ایک بھی نیک عمل نہیں **سوء اعمال کثیر** میرے برے اعمال تو بہت زیادہ ہیں **زاد و عطاتی قلیل** اور عطا کی پونجی زاد راہ بہت تھوڑا ہے تو اللہ تعالی ہم سب کو بہترین اور نیک مسلمان بنائے۔

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ، نشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ، نسْتَغْفِرُکَ وَ نتُوْبُ اِلَیْکَ